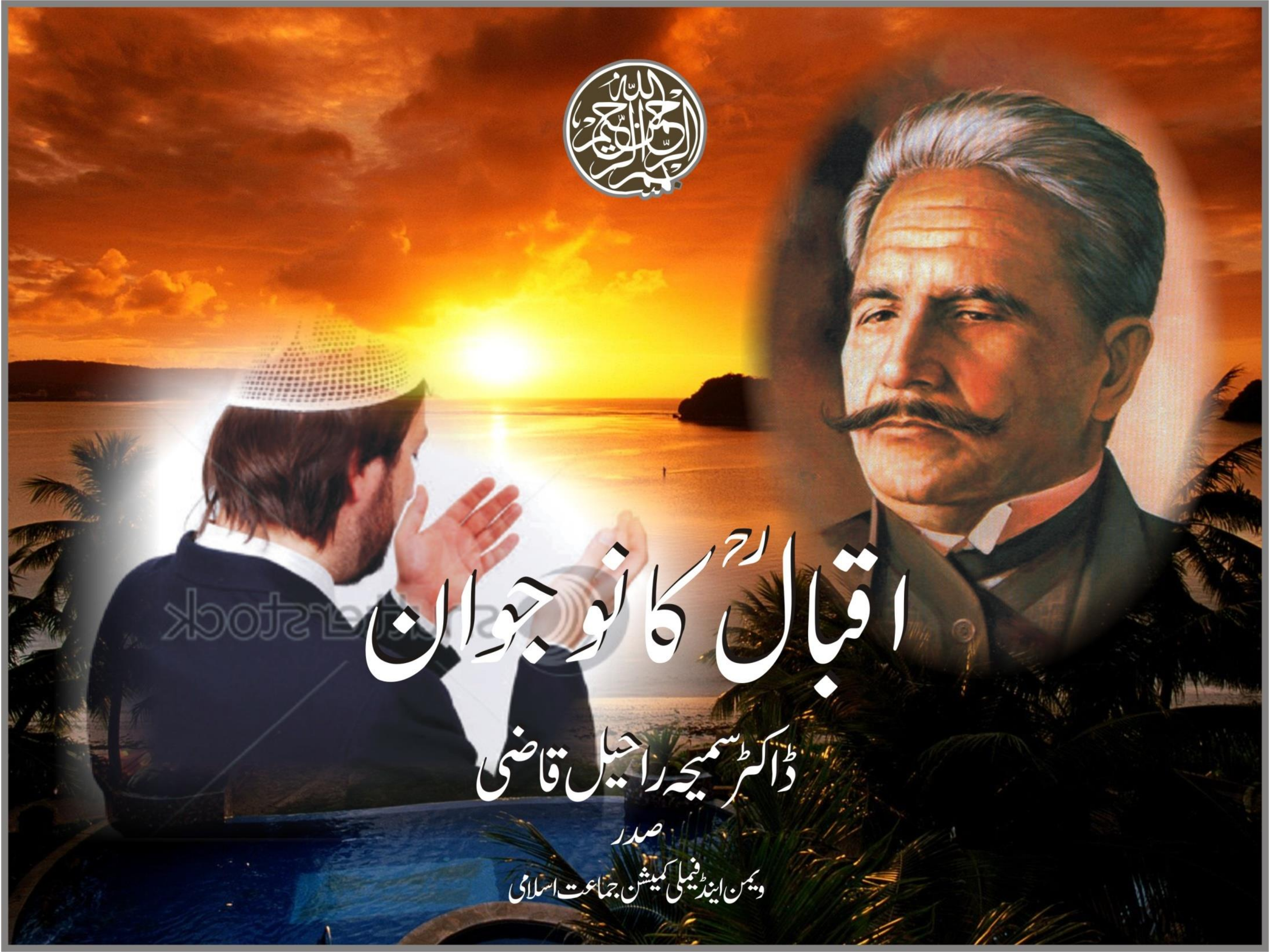
اقبالؒ کا نوجِوان
ڈاکٹر سمیحہ راحیل قاضی
صدر
ویمن اینڈ فیملی کمیشن جماعت اسلامی

ڈاکٹر علامہ اقبالؒ

دنیائے اسلام کے عظیم مصلح

مغربی تہذیب، فلسفہ حیات، طرز حیات پر گہری نظر رکھنے والے

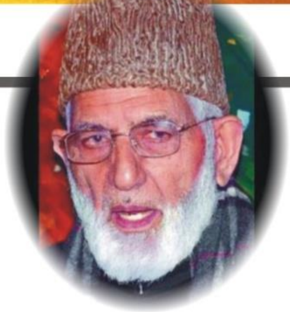

سید علی گیلانی کے مطابق

''ملت کے جوانوں کو آج خدا بیزار اور آخرت فراموش تہذیب کی لہریں چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں۔
اِس گھیرے سے نکالنے کے لیے اقبال کا درد و سوز سے پُر کلام کششِ ثقل کی حیثیت رکھتا ہے۔''

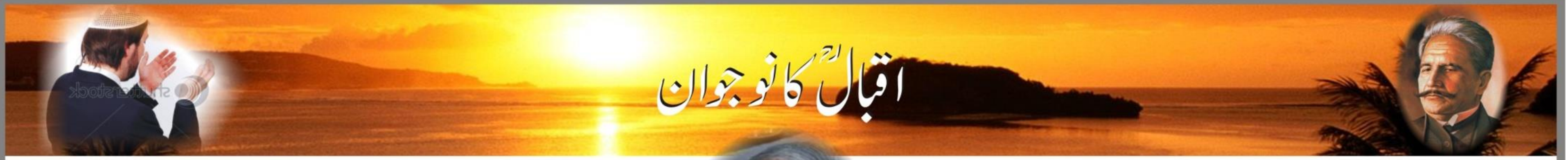

ڈاکٹر انوار حسین صدیقی کے مطابق

''علامہ محمد اقبال (۱۸۷۷ء۔۱۹۳۸ء) برِصغیر کے ملت اسلامیہ کے نام ور اور تاریخ ساز مفکر ہیں جن کی ولولہ انگیز شاعری نے قوم کے تنِ مردہ میں ایک نئی روح پھونک دی۔ نیل کے ساحل سے کاشغر کی وادیوں تک اُمت کے اتحاد کے خواب دیکھنے والے شاعر نے اپنی الہامی شاعری سے ایک فکری انقلاب برپا کردیا۔

رفیع الدین ہاشمی کے مطابق

”تجدید واحیائے دین کی تمنا اقبال کے ہاں بالکل ابتدائی زمانہ سے موجود تھی اور یہ کبھی سرد نہیں ہوئی بلکہ عمر کے ساتھ اس جذبے کی حرارت وشدت میں اضافہ ہوتا گیا۔ اُنکا ایمان تھا کہ

”اگرچہ اِس وقت جو قوتیں دنیا میں کارفرما ہیں اُن میں سے اکثر اسلام کے خلاف کام کررہی ہیں مگر میرا ایمان ہے کہ ﴿لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ﴾ ☆ [تاکہ اس کو سارے ادیان پر غالب کردے] کے دعوے کے مطابق انجام کار اسلام کی قوتیں کامیاب اور فائز ہوں گی۔“

علامہ اقبالؒ کے فکر وعمل کے تین دائرے

۱۔ فرد کی تعمیر سیرت ۲۔ فکری اور علمی کاوشیں ۳۔ پاکستان کا تصور اور اُس کے لیے عملی جدوجہد

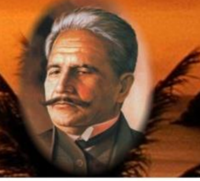

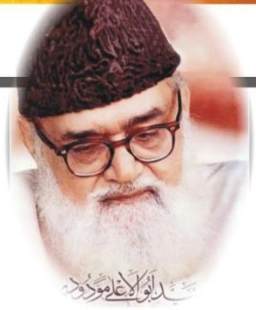

مولانا مودودیؒ کے مطابق

۱۔ مغربی تہذیب پر کاری ضرب ۲۔ وطنی قومیت کی تردید ۳۔ وحدت ملی کا احساس

علامہ نے معاشروں میں انقلاب برپا کرنے کی خاطر سب سے اولین کام فرد کی خودی کو آشکار کرنا قرار دیا ہے:

''جب تک کسی قوم کے افراد کے اندر اپنی ذاتی اصلاح کی طرف توجہ نہیں دی جاتی تب تک کسی قوم کی اصلاح نہیں ہوسکتی۔''

کردار ہی وہ غیر مرئی قوت ہے جس سے قوموں کے مقدر متعین ہوتے ہیں۔''

اقبال کے نزدیک اخلاقی تربیت اور تعمیر سیرت کے لیے مذہب بنیادی حیثیت رکھتا ہے اور ایک دفعہ نوجوانوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا:

''مسلمانوں کے لیے جائے پناہ صرف قرآن کریم ہے۔ میں اس گھر کو صد ہزار تحسین کے قابل سمجھتا ہوں جس گھر سے علی الصبح تلاوت قرآن پاک کی آواز آئے۔

اقبالؒ کا نوجوان

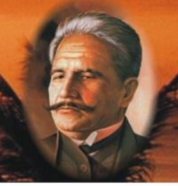

علامہ اقبال نے قومیت کے سراب، دین اور دنیا کی علیحدگی کے تصور اور مغربی تہذیب سے مرعوبیت کے تصورات پر کاری ضرب لگائی۔ اُنہوں نے علما اور نوجوانوں کو خاص طور پر مخاطب کیا تاکہ وہ اُمت کی قیادت کا فریضہ صحیح طور پر سرانجام دے سکیں۔

انہوں نے اسلام کے تصورِ ملت کو اُجاگر کرتے ہوئے وطنیت کے فلسفے کو مسترد کیا اور ہندوستان میں علیحدہ اسلامی ریاست (جسے بعد میں پاکستان کا نام دیا گیا) کے حصول کے لیے انتھک کوششیں کیں۔ انہوں نے انگریز کی غلامی سے آزادی اور اسلامی ریاست کی تشکیل کے لیے بے پناہ جدوجہد کی۔

اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لیے اقبال کی ساری جدوجہد کا مقصد سنتِ رسولؐ کی پیروی ہے اور وہ فرماتے ہیں:

بمصطفیٰؐ برساں خویش را کہ دین ہمہ اوست
اگر بہ اُو نہ رسیدی تمام بولہبی است

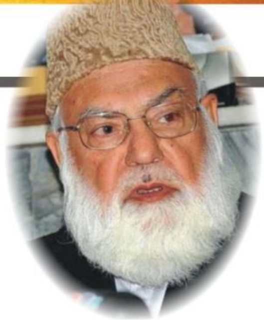

قاضی حسین احمد کے مطابق

''انہوں نے اپنے پورے کلام میں اُمت مسلمہ کو نہایت دلنشین انداز میں قرآن وسنت کا پیغام پہنچا دیا۔ اسلام میں رہبانیت کی گنجائش نہیں ہے بلکہ اسلام ایک نظام زندگی کے طور پر دعوت، عدل اور قوت کے ساتھ اُبھرتا نظر آتا ہے۔ اسرارِ خودی میں علامہ نے مسلمان فرد کے کردار کے بنیادی عناصر اور اس کے تقاضے بتائے ہیں اور رموزِ بے خودی میں واضح کہا ہے کہ خودی کے حامل افراد کو کن اصولوں کے ذریعے ایک قوم میں تبدیل کیا جاتا ہے''۔

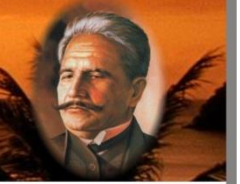

کیمبرج یونیورسٹی میں خطاب

نومبر 1931ء کو جب ان کی مادرِ علمی کیمبرج یونیورسٹی کی طرف سے ان کے اعزاز میں ایک تقریب کا اہتمام کیا گیا تو پروفیسر سارلے نے ان کو شاندار الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا۔ اپنی جوابی تقریر میں انہوں نے نوجوانوں کو مذہب کے ساتھ وابستگی اختیار کرنے کی دعوت درجِ ذیل الفاظ میں دی:

''میں ان نوجوانوں کو جو کیمبرج میں اس وقت تعلیم پا رہے ہیں، چند نصیحتیں کرنا چاہتا ہوں۔

کیمبرج وہ سرچشمہ علم و فضل ہے جس نے یورپی تہذیب و تمدن کی تربیت میں سب سے زیادہ حصہ لیا ہے۔ میں نوجوانوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ دہریّت اور مادیّت سے بچیں۔

اہلِ یورپ کی سب سے بڑی غلطی یہ تھی کہ انہوں نے مذہب اور حکومت کو علیحدہ علیحدہ کر دیا۔ اس سے ان کی تہذیب، روحِ اخلاق سے محروم ہوگئی اور ان کا رخ دہریانہ مادیّت کی طرف پھر گیا۔ میرا عقیدہ ہے کہ انسانی انا کائنات کا مرکز ہے۔ یہ اولین نقطۂ نظر ہے، فلسفی کثرت سے وحدت کی

طرف جاتے ہیں۔ راستہ یہ ہے کہ وحدت سے کثرت کی طرف جائیں‘‘۔

اس سلسلے میں علامہ اقبالؒ نے اپنے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

’’میں نے آج سے پچیس برس پیش تر اس تہذیب کی خرابیاں دیکھی تھیں تو اس کے انجام کے متعلق بعض پیش گوئیاں کی تھیں، اگرچہ میں خود بھی ان کا مطلب نہیں سمجھتا تھا۔ یہ 1907ء کی بات ہے۔ اس کے چھ سال بعد یعنی 1914ء میں میری پیش گوئیاں حرف بہ حرف پوری ہو گئیں۔ 1914ء کی جنگ دراصل یورپ کی اس غلطی کا نتیجہ تھی جس کا میں پہلے ذکر کر چکا ہوں یعنی مذہب و حکومت کی علیحدگی اور دہریانہ مادیّت کا ظہور۔ بالشوازم مذہب و حکومت کی علیحدگی کا طبعی نتیجہ ہے۔ میں نوجوانوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ مادیّت سے بچیں۔‘‘

(گفتارِ اقبال۔ محمد رفیق افضل، ص254)

اقبالؒ کا نوجوان

تمام زعمائے ملت نے تہذیب کی اساس خاندان کو اور خاندان کا مرکز نگاہ عورت کو قرار دیا ہے۔ علامہ اقبالؒ نے بھی مسلمان عورت کو مخاطب کر کے اپنی اجتماعیت اور اپنے معاشرے کی حفاظت کرنے کا سبق دیا ہے۔ وہ مسلمان عورت کو مخاطب ہو کر کہتے ہیں:
ہمارے بچے نے جب اپنی زبان کھولنی شروع کی تو سب سے پہلے تجھ سے کلمہ لا الہ الا اللہ سیکھا۔ ہماری بجلی جب تیرے ابر پر چمکی تو اُس نے صحرا اور فلک بوس پہاڑوں سب میں ہمارا پیغام پہنچا دیا۔ تہذیبِ جدید ہمارے دین پر ڈاکا ڈالنے کے درپے ہے۔ یہ بے باک اور بے پروا تہذیب ہے جو کہ معصوم لوگوں کی گھات میں بیٹھی ہے اِس پرفریب تہذیب کے گرفتار لوگ اپنے آپ کو آزاد اور اِس کے مارے اور ڈسے ہوئے لوگ اپنے آپ کو زندہ و متحرک سمجھتے ہیں۔ تو ہماری بکھری ہوئی ملت کو جمع کرنے والی ہے۔ اپنے آپ کو سود و زیاں سے آزاد کر لے اور سوداگیری اور تجارتی ذہن سے آزاد ہو کر اپنے آبا کے نقشِ قدم سے ایک گام بھی نہ ہٹنا۔ زمانے کے دست برد سے ہوشیار رہ کر اپنی نسل کو محفوظ کر لینا۔ نئی نسل کو جو اپنی تہذیب سے بیگانہ ہو رہی ہے اور اُن کے اندر اپنی اقدار راسخ نہیں ہوئیں' ایسے میں فاطمہؓ کی طرح بن جانا اور اپنی نسلوں کی ایسی تربیت کر لینا کہ ہمارے گلزار کو پھر بہار کی نوید مل جائے اور پھر سے ہماری نسلوں میں ایک حسینؓ نمودار ہو جائے۔

(خطاب بہ مخدراتِ اسلام - اسرارِ خودی و رموزِ بے خودی - علامہ اقبال)

''درمعنیِ اینکه بقائے نوع از امومت است و حفظ و احترامِ امومت اسلام است نوع بشر کی بقا ممتا سے ہے اور ممتا کا احترام اور اُس کی حفاظت عینِ اسلام ہے۔''

اس کے بعد فرماتے ہیں:

عورت مرد کے ساز کی آواز ہے۔ مرد کی زندگی کا ساز عورت کے بغیر بے آواز ہے۔ مرد کی صلاحیتیں عورت کے ساتھ دوبالا ہو جاتی ہیں۔ عورت کا وجود مرد کے لیے لباس کی حیثیت رکھتا ہے۔ عورت کے دل کو لبھانے والا حسن عورت کی آغوش حقیقی عشق کی پرورش کرنے والی ہے۔ اُس کے خاموش مضراب (زخمہ) سے زندگی کا ساز نمودار ہوتا ہے۔ اُس ہستیؐ نے جس پر کائنات کو ناز ہے، عورت کا ذکر خوشبو اور نماز کے ساتھ کیا ہے۔ وہ مسلمان جس نے کہا کہ عورت مرد کی پوجا کرنے والی بنے۔ اُس نے قرآن حکیم کی حکمت کے راز کو سمجھا ہی نہیں۔ اگر تم ٹھیک اور صحیح فکر کے مالک ہو تو جان لو کہ ممتا رحمت ہے کیونکہ اُسے نبوت سے مُعلّمی کی نسبت ہے۔ اس کی شفقت گویا شفقتِ پیغمبری ہے جو قوموں کی سیرت کی صورت گری کرتی ہے۔ امومت کی وجہ سے ہماری تعمیر زیادہ پختہ اور مضبوط ہو جاتی ہے۔ اور اِس کے چہرے میں ہماری

تقدیر پوشیدہ نظر آتی ہے۔ اگر تمہاری لغت میں صحیح فہم تک پہنچنے کی صلاحیت ہے تو اُمت کے ایک حرف میں ایک جہان پوشیدہ ہے۔ حضورؐ جو کائنات کی وجہ مقصود ہیں نے فرمایا کہ جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے۔ رحم مادر کی عزت و تکریم کرنے سے ہی ملت اور قوم بنتی ہے ورنہ زندگی کا سارا کاروبار خسارہ میں ہے۔ زندگی کی رفتار ممتا سے رواں دواں ہے اور زندگی کے پوشیدہ راز ممتا سے ہی کھلتے ہیں۔ اُمومت کے فیض سے ہمارے چشمے اُبل رہے ہیں۔ ہمارے چشموں کو موجیں اور تیز رفتاری اور ساری حرکت ممتا کی برکت سے ہیں۔

(کلیاتِ اقبال فارسی - اسرارِ خودی و رموزِ بے خودی)

وہ مغربی تہذیب کی دلدادہ عورتوں اور اُمت کی مطلوب عورتوں کا فرق بیان کرتے ہوئے مثال پیش کرتے ہیں:

''وہ لڑکی جو دہقان کی گنوار، جاہل اور بدصورت بیٹی ہے اور تہذیب جدید کے آداب اور اس کی رنگینیوں سے ناواقف ہے۔ اُس کی چشم بصیرت بھی بہت دور رس نہیں ہے مگر ممتا کی تکلیفوں سے اُس کا دل اُمنگ سے خالی ہو چکا ہے۔ ماں بننے کے دشوار گزار عمل سے اُس کی آنکھوں میں حلقے پڑ چکے ہیں۔ مگر اُس کے وجود سے ملت کو ایک حق پرست انسان میسر آ جاتا ہے۔ تو ہماری ملت کا وجود اُسی کے مرہونِ منت ہے۔ اُس کی شام کی وجہ سے ہماری سحر فروزاں ہے۔ اِس کے برعکس وہ نازک صورت پیکر جس کی آنکھیں اپنے حسن کی وجہ سے حشر برپا کیے ہوئے ہے۔ مگر اس کی آغوش خالی ہے۔ اُس کی فکر مغربی تہذیب و دانش سے آراستہ ہے۔ ظاہراً وہ عورت ہے مگر دراصل اُس کا باطن نازن ہے۔ ملت کے مسلمہ اصولوں اور بندھنوں کو اُس نے توڑا ہے اور اُس کی ناز و انداز والی فتنہ گر آنکھوں نے اور اُس کی آزادی اور ڈھٹائی نے فتنے اُبھارے ہیں اور حیا سے ناآشنا آزادی نے اور اُس کے علم نے بار اُمومت کے گراں بار فریضے کو ادا کرنے سے باز رکھا ہے اور اُس کی شام پر ایک ستارہ بھی چمکنے نہ پایا۔ ہمارے ملت کے باغ میں ایسی عورتوں کے پھول نہ ہی کِھلیں تو بہتر ہے۔ اِس کے وجود کے داغ سے ہماری ملت کا دامن پاک رہے تو زیادہ بہتر ہے۔

پھر وہ بچیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں

بہل اے دخترک ایں دلبر یہا
مسلمان را نہ زیبد کافری ہا
منہ دل بر جمال غازہ پرور
بیا موز از نگہ غارت گری ہا

کہ اے بیٹا یہ ناز و انداز چھوڑ دے۔ مسلمانوں کو یہ کافرانہ ادائیں زیب نہیں دیتیں۔ یہ آرائش و زیبائش چھوڑ کر کردار کی طاقت سے لوگوں کو مسخر کرو۔ (کلیاتِ اقبال فارسی۔ارمغان حجاز ۔دختران ملت)

حضرت سیّدۃ النساء فاطمۃ الزہراؓ مسلم خواتین کے لیے اسوہ کاملہ

حضرت مریمؑ ایک نسبت سے محترم ہیں، سیّدہ فاطمہؓ تین نسبتوں سے محترم ہیں۔ ایک یہ کہ وہ رسُولؐ پاک جو امام اوّلین اور آخرین تھے۔ کی صاحبزادی ہیں۔ آپؐ نے زمانے کے پیکر میں نئی روح پھونک دی۔ اور ایک ایسا دور وجود میں لائے جس کا آئین تازہ و جدید ہے۔ جو سیّدنا علی المرتضیٰ کی زوجہ محترمہ تھیں۔ آپؓ سورۃ الدھر جو ھل اتیٰ سے شروع ہوتی ہے کی آیت کے مصداق تھے، سیّدنا علیؓ کا لقب شیرِ خُدا

ہے۔وُہ بادشاہ تھے مگر حجرہ ان کا محل تھا اور ان کا سارا سامان ایک تلوار اور ایک زرہ پر مشتمل تھا۔ان کی تیسری نسبت یہ ہے کہ وہ سیّدنا حسینؓ کی والدہ تھیں جو عشق کے مرکز اور کارواں عشق کے سالار تھے۔آپ سیّدنا حسنؓ کی بھی والدہ تھیں جو شبستانِ حرم کی شمع تھے۔اور جنہوں نے خیر الامم (اُمتِ مسلمہ) کے اتحاد کی حفاظت فرمائی۔اُنہوں نے حکومت کو ٹھکرادیا تاکہ اُمتِ مسلمہ کے اندر سے خانہ جنگی اور دُشمنی کی آگ ختم ہوجائے۔اور وہ دُوسرے بھائی دُنیا بھر کے نیکوں کو آقا اور احرار کے لیے قوّتِ بازُو تھے۔سیّدنا حسینؓ کے اسوہ سے نوائے زندگی میں سوز پیدا ہوا اور اہلِ حق نے آپؓ سے حریت کا درس لیا۔مائیں بیٹوں کی سیرت و کردار بناتی ہیں اور انہیں صدق کا جوہر عطا کرتی ہیں۔سیّدہ فاطمہؓ تسلیم و رضا کی کھیتی کا حاصل اور ماؤں کے لیے اسوہ کاملہ ہیں۔ایک مسکین کے لیے آپؓ کا دِل اس طرح تڑپا کہ اپنی چادر یہودی کے پاس فروخت کر کے (اس کی مدد کی)۔نوری اور آتشی سب آپؓ کے فرماں بردار تھے۔آپؓ نے اپنی رضا کو شوہر کی رضا میں گُم کر دیا تھا۔آپؓ نے صبر و رضا کی ادب گاہ میں پرورش پائی تھی۔ہاتھ چکی پیستے اور لبوں پر قرآنِ پاک کی تلاوت ہوتی تھی۔آپؓ کے آنسو تکیے پر کبھی نہ گرے (آپؓ نے تنگی حالات پر کبھی آنسو نہ بہائے)۔البتہ نماز کے دوران آپؓ کے آنسو موتیوں کی طرح ٹپکتے تھے۔جبریل امین آپؓ کے آنسو سمیٹ لیتے اور انہیں عرشِ بریں پر شبنم کی طرح ٹپکاتے۔شریعت کے احکام میرے پاؤں کی زنجیر بنے ہوئے ہیں مجھے جنابِ مصطفیٰؐ کے فرمان کا پاس ہے۔ورنہ میں سیّدہ فاطمہؓ کی تربت کے گرد طواف کرتا اور ان کی قبر پر سجدہ ریز ہوتا۔(کلیاتِ اقبال-رموزِ بے خودی-سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراؓ)

جاوید نامہ میں اقبال مولانا روم کے ساتھ مختلف آسمانوں کی سیر پر نکلے ہیں۔ رومی اُن کے پیرومرشد ہیں۔ اقبالؒ اُنہیں مرشد رومی اور اپنے آپ کو مرید ہندی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ رومی اُن کو مختلف اچھی شہرت اور بری شہرت کے حامل شخصیات سے ملاقات کرا رہے ہیں۔ ایک جگہ رومی نے اقبال کو زندہ رود کا خطاب دیا ہے اور ایک جگہ اقبال کا تعارف یوں کراتے ہیں۔ یہ آسمانوں کی سیر پر نکلا ہوا ایک ذرہ جس کے دل میں سوز و درد کا ایک جہاں آباد ہے۔ اپنی خودی کو آشکار کرنے کے سوا اِس کو اور دلچسپی نہیں ہے۔ آزاد منش بندہ ہے اور اِس وسیع کائنات کی کشادگی میں تیزی سے سفر کرنے والا ہے۔ اور میں نے اِسے زندہ رود کا خطاب دیا ہے

(کلیاتِ اقبال فارسی - جاوید نامہ - فلک مریخ)

سیاروں پر مختلف شخصیات سے ملاقات کے دوران سیارہ مریخ میں نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والی جھوٹی نبیہ سے ملاقات ہوئی

اُس کے بارے میں اقبال کہتے ہیں:

اُس کا چہرہ روشن مگر بے رونق تھا۔اُس کی سطحی سی باتیں تھیں۔

اے عورتو، ماؤ اور بہنو! تم کب تک دوسروں کو خوش کرنے کے لیے ناز و انداز اور دلبری کی زندگی گزاروگی اور معشوق بنوگی یہ تو غلامی کے انداز ہیں اور یہ محکومی اور محرومی کے نشان ہیں۔ہم اپنے بالوں کی چوٹیوں میں کنگھی کر کے بالوں کو آراستہ کرتی ہیں اور جھوٹے خیال میں ہیں کہ ہم بہت سنگھار اور آرائش و زیبائش کے ذریعے سے مردوں کو رام کرلیں گی حالانکہ مرد تمہیں اپنا شکار بناتا ہے اور تمہارے گرد اپنا جال بُن کر زنجیروں میں قید کر کے غلام بنا دیتا ہے۔وہ تمہیں مکروفریب کے ذریعے اور جھوٹے محبت کے دعوؤں کے ذریعے اپنے جال میں پھانستا ہے۔وہ تمہیں بظاہر اپنا حرم بناتا ہے مگر حقیقت میں تمہیں بڑی مصیبتوں میں گرفتار کرتا ہے۔اُس کا ساتھ دینا اور اُس کے ساتھ چلنا زندگی کے لیے باعث آزار ہے۔اُس کے ساتھ ملنا زہر کھانے کے مترادف اور اُس سے آزادی بہت میٹھی ہے۔

اے صدف!

موتی کے بغیر ہی زندگی گزارو اور قطرہ نیساں کو مت کشید کرو اور تہہ دریا پیاسی مرنا زیادہ اچھا ہے۔ اُٹھو اور فطرت کے ساتھ جنگ برپا کردو تاکہ اِس جدوجہد سے کنیز غلامی سے آزاد ہو جائے۔ عورتوں کو توحیدِ زن اور اکیلے زندگی گزارنے کا سبق دیتے ہوئے کہتی ہے کہ اپنی زندگی کو خود ہی جیو اور مردوں کی دست نگر نہ بن کر رہنا اور دو بدن کے ربط سے آزاد رہنا۔ (کلیاتِ اقبال فارسی - جاوید نامہ - فلک مریخ)

دخترِ پنجاب۔شہزادی شرف النساء

میری امت کے سمندر نے اس جیسا موتی نہیں پیدا کیا اور کسی بھی ماں سے ایسی بیٹی پیدا نہ ہوئی ہوگی۔لاہور کی مٹی اس کے مزار کی برکت سے آسمانوں کی بلندی کے ہم پلہ ہوگئی ہے لیکن کسی کو بھی اس دنیا میں اس راز کی خبر نہیں ہے کہ اسے کیوں اتنا بلند مقام دیا گیا ہے۔وہ اس لیے دیا گیا کہ حاکم پنجاب عبدالصمد کے گھر کی یہ رونق ہمہ وقت تلاوت قرآن میں مصروف رہتی اور ذوق وشوق سے اور حب الٰہی سے اس کا ایک لمحہ بھی فارغ نہ تھا۔اس کی کمر میں تلوار لٹکی ہوتی تھی اور ہاتھ میں قرآن کریم لیے ہوئے تن بدن سے اللہ کے ذکر میں مشغول رہتی تھی۔

اس کی خوش نصیب زندگی کا سرمایہ فقط تنہائی،تلوار،قرآن اور نماز تھے۔جب اس کا آخری وقت قریب آیا تو اس نے اپنی ماں کو پیار بھری نظروں سے دیکھا کہ اگر میرے مقام کے بارے میں جاننا چاہتی ہو تو اس تلوار اور قرآن کو غور سے دیکھ۔یہ دونوں یعنی اقتدار اور قرآن ایک دوسرے کی محافظ قوتیں ہیں۔ساری کائنات اسی ایک محور کے گرد گھومتی ہے۔یہ عالم کہ ہر لمحہ اس میں کوئی موت کی آغوش میں جارہا ہے میرے یہی دو محرم اور ساتھی تھے۔اے امی! وقت رخصت تجھ سے یہ بات کہہ رہی ہوں کہ مجھ سے تلوار اور قرآن جدا مت کرنا۔اس وصیت

کو اچھی طرح پلے سے باندھ لینا اور میری قبر کو کسی چراغ اور گنبد کی ضرورت نہیں ہے۔ مومنوں کے لیے اقتدار اور قرآن کافی ہے اور ہماری قبر کی تنہائی کے لیے بھی یہی سامان کافی ہے۔

علامہ فرماتے ہیں کہ بہت عرصے تک اس کے مزار پر تلوار اور قرآن کریم سجے رہے اور اہل حق کو زندگی کا پیام دیتے رہے۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کے اپنے کرتوتوں کے باعث ان کی بساط لپیٹ دی گئی۔ مردانِ حق نے اللہ کے سوا دوسری طاقتوں سے خوف کھانا شروع کر دیا اور شیروں نے گیدڑوں کا پیشہ اختیار کر لیا۔ ان کے دلوں سے جوش و ولولہ ختم ہو گیا اور تو خوب جانتا ہے کہ پنجاب پر کیا گزری۔

((کلیاتِ اقبال فارسی۔ جاوید نامہ۔ قصرِ شرف النساء)

حجاب

اے مسلم عورت! تیری چادر ہماری عزت کی پاسبان ہے اور تیری پاک طینت ہمارے لیے رحمت ہے۔ اور یہ دین کی قوت اور ملت کی بنیاد ہے۔ جب ہمارے بچے تمہاری گود میں آئے تو تو نے انہیں لا الہ الا اللہ کا کلمہ سکھایا۔ تیری محبت ہمارے طور طریقوں کو سنوارتی ہے۔ ہماری فکر، ہمارے کردار اور ہماری گفتار کی سلیقہ بندی کرتی ہے۔ اے دین حق کی نعمت کی امین! تیرے نقش و نگار میں دین حق کا سوز ہے۔

اقبالؒ چونکہ مسلم عورت کی چادر کو اپنی عزت کی پاسبان اور اس کی پاک طینت کو باعث رحمت خیال کرتے ہیں اس لیے وہ اس پر حجاب کی اہمیت بھی واضح کر دینا چاہتے ہیں۔

اے ز دینت عصر حاضر بردہ تاب   فاش گویم با تو اسرار حجاب

اے کہ تیرے دین سے عصر حاضر نے حرارت چھین لی ہے میں تمہیں حجاب کے رازوں کی خبر دیتا ہوں۔

ماہرینِ اقبالیات کے مطابق اقبالؒ بنیادی طور پر یہ نکتہ سمجھانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ عورت چونکہ تخلیق کرنے والی ہستی ہے اور نقوش نو کی

صورت گری کرنے والی ہے۔اس لیے اس کے نقش کی حفاظت کے لیے کم آمیزی اور خلوت مفید ہے۔حجاب کے حوالے سے ایک رباعی کا ترجمہ یوں ہے: ''عصر حاضر کا ضمیر بے نقاب ہے اس کی چمک دمک رنگ و آب کی مرہون منت ہے (لیکن اے دختر ملت) پورے جہاں کو روشن کرنے کا سلیقہ نور حق سے سیکھ لے کہ وہ صدہا تجلیوں کے باوجود حجاب میں ہے۔'' (کلیاتِ اقبال فارسی - جاوید نامہ - خلافتِ آدم)

علامہ اقبالؒ نے اسرار خودی میں اسلامی سیرت و کردار کے بنیادی عناصر اور اجزائے ترکیبی کا ذکر کیا ہے اور رموز بے خودی میں اُن اوصاف کا تذکرہ کیا ہے کہ جن سے ایک قوم کو بامِ عروج نصیب ہوتا ہے اور قومیں بنتی ہیں۔ وہ اس کا آغاز مولانا جلال الدین رومی اِن اشعار سے کرتے ہیں کہ ایک بوڑھا ہاتھ میں چراغ لیے شہر کی گلیوں میں پھر رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ سست لوگوں سے بیزار ہو کر کسی رستم اور شیر خدا کی تلاش میں سرگرداں ہوں۔ اُنہیں جواب ملا کہ تم جس مردِ خدا کی تلاش میں ہو وہ تو ناپید ہے اور اب نہیں ملتا۔ بوڑھے نے جواب دیا وہ جو نہیں مل رہا اُس کی تلاش میں ہوں۔ اس سے وہ قوم کو مسلسل محنت اور کوشش پر آمادہ کر رہے ہیں کہ طلب کی جستجو میں لگ جاؤ اور محنت کرو اور مایوس نہ ہو۔ کبھی راہ چلتے چلتے بھی گوہر مقصود ہاتھ آجاتا ہے وہ پوری قوم کو اُمیدوں کے چراغ جلانے کی ہدایت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگرچہ تہذیب جدید کے چیلنج بہت زیادہ ہیں مگر

بمنزل کوش مانند مہ نو
دریں نیلی فضا ہر دم فزوں شو
مقام خویش اگر خواہی دریں دیر
بحق دل بند و راہ مصطفیٰؐ رو

(کلیاتِ اقبال فارسی - ارمغان حجاز - حضورِ ملت)

جاوید نامہ - خطاب جاوید

میرے فرزند! آپ کے گردوپیش میں جو نوجوان ہیں اُن کا حال، مقصد زندگی اور ایمان و یقین کے حوالہ سے بہت ہی مایوس کن ہے۔ یہ نوجوان تشنہ لب، بہت پیاسے، مگر اپنی پیاس بجھانے کے لیے جو آبِ حیات اُن کو چاہیے تھا اُس کا حوالہ سے اُن کے پیالے خالی ہیں۔ چہرے تو اُن کے بڑے صاف اور دھلے ہوئے (Clean shaved) ہیں۔ رُوحیں تاریک اور دماغ اُن کے بڑے روشن ہیں۔ کم نگاہ، بے یقین اور نا امید ہیں۔ یہ تینوں اوصاف اُن کے مسلمان ہونے کے دعوٰی کے ساتھ کوئی مناسبت اور مطابقت نہیں رکھتے ہیں۔ یہ اتنے کوتاہ بین ہیں کہ گردوپیش کی کائنات میں اِن کو کوئی چیز نظر ہی نہیں آتی ہے، حالانکہ مسلمان کو بظاہر کائنات پر غور و فکر اور تدبر و تفکر کر کے صانع ازلی کی معرفت اور پھر تسخیرِ کائنات کے منصبی فریضہ کی جانب بڑھنا چاہیے تھا، مگر وہ ایسا نہیں کر رہے ہیں۔

یہ ناہنجار اور ناکس ہیں۔ اپنے وجود سے انکار اور دوسروں کے وجود پر ایمان لانے والے۔ مطلب اپنی دینی تہذیب اور تمدن کی خوبیوں کا ان کو کوئی علم نہیں ہے۔ یہ مغربی اور لادین تہذیب پر فریفتہ ہیں۔ بُت خانے کا معمار ان کی خاک سے اینٹیں بنا کر اپنے صنم کدہ کی تعمیر کر رہا ہے۔

ہمارے جو مکاتب ہیں اُن کو ہماری نئی نسل کو ذہنی اور عملی طور اسلام کے فدائی اور چلتے پھرتے ماڈل بنانا چاہیے تھا مگر وہ اپنے بنیادی مقصد اور مدعا سے ہی غافل اور بے خبر ہیں۔ اس لیے ان مکاتب سے استفادہ کرنے والوں کے اندرونی جذبات تک مقصدیت کو راستہ ہی نہیں ملتا ہے۔ یعنی حقیقت کی تعلیم سے اُن کا جذب اندرون پیدا ہی نہیں ہوتا ہے۔ ان بے روح نظام اور سسٹم رکھنے والے مکاتب نے نوجوانوں کے نورِ فطرت کو اُن کے دلوں اور اُن کی روحوں سے دھوڈالا ہے۔ ان کے نظام سے ایک بھی پرکشش اور خوبصورت پھول نہیں کھلا ہے۔ یعنی کوئی ایسے افراد پیدا نہیں ہوئے ہیں جو ملت کے جوانوں کو مقاصد زندگی کی آبیاری کے لیے تیار کرتے۔ ہمارے معمار نے تعمیرِ ملّت کی دیواروں کے سنگ بنیاد کو ہی ٹیڑھا اور کج رکھا ہے۔ وہ شاہین بچوں کو بطخ مزاج بناتے ہیں۔ بزدل، کم ہمت اور کم حوصلہ۔ علم جب تک زندگی سے سوزِ حیات حاصل نہ کرسکے انسان کا دل پیش آمدہ واقعات اور واردات سے وہ لذت حاصل نہیں کرسکتا ہے جو مقصود و مطلوب ہے۔ علم انسان کے مقامات کی شرح اور تشریح کے بغیر کچھ نہیں ہے، علم تیری آیات اور نشانیوں کی تفسیر کے بغیر کچھ اور نہیں ہے۔ یعنی حقیقی علم وہ ہے جو انسان کو اپنے وجود اور مقصدِ حیات سے واقف کرے اور کائنات میں اس کے مقام اور مرتبے کی نشاندہی کرے۔ انسان کے دبے ہوئے جذبات اور احساسات کو ابھارے اور پھر اُن کو حصولِ مقصد کے لیے رواں دواں اور مصروف جد و جہد و تگ و تاز کرے۔

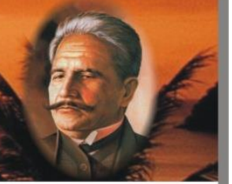

پھول کی آبرو اور عزت اُس کے رنگ و بو پر منحصر ہے جس انسان میں بالعموم اور مسلمان میں بالخصوص ادب نہ ہو، وہ بے رنگ و بو ہی نہیں بلکہ بے آبرو بھی ہے۔ جب میں کسی نوجوان کو ادب سے محروم دیکھتا ہوں۔ میرا دن، رات کی تاریکی میں بدل جاتا ہے۔ اندازہ کرے کہ علامہ اقبالؒ ادب اور اخلاقِ حسنہ کو کتنی اہمیت اور مقام عطا کرتے ہیں۔ جوانانِ ملّت کو خاص طور پر زندگی کے آداب و اطوار کے سانچے میں ڈھالنے کی طرف خصوصی توجہ دے دینی چاہیے۔ میرے سینے اور دل میں تابندگی اور جذبہ و ولولہ بڑھ جاتا ہے۔ جب سے رسولِ رحمت کے دورِ سعادت کی یاد آ جاتی ہے۔ جب میں اپنے زمانے کے خدوخال اور رنگ و روپ دیکھتا ہوں تو مجھے بہت ہی ندامت اور شرمندگی ہو جاتی ہے اور میں مسلمانوں کی تہذیب و تمدن اور آدابِ زندگی کے دورِ اول میں پناہ لیتا ہوں۔

دخترانِ ملت کے لیے حکیم الامتؒ فرماتے ہیں:

’’خاتون کے لیے پردہ یا تو اُس کا حصارِ نکاح ہے یا قبر اور لحد ہے۔ مردوں کی پاک دامنی اور حفظِ اخلاق کا نسخہ یہ ہے کہ وہ غلط کار اور اخلاق باختہ لوگوں کی صحبت اور دوستی سے پرہیز کریں۔ زبان کو گالی گلوچ اور بدکلامی سے بچائے رکھنا چاہیے۔ کیونکہ یہ بہت ہی ناپسندیدہ اور ناخوشگوار عمل ہے۔ ایک مسلمان کے ذہن میں بڑی وسعت اور کشادگی ہونی چاہیے۔ انسان ہونے کے ناتے اُس کو کافر اور مومن میں کوئی تمیز اور تفریق نہیں برتنی چاہیے۔ کیونکہ مخلوق ہونے کے ناتے سب اللہ تعالیٰ کے بندے اور پیدا کردہ ہیں۔ انسانیت یہ ہے کہ سب انسانوں کو رنگ، نسل، زبان، وطن، معاش اور پیشہ کی تفریق سے بالاتر ہو کر احترام اور قدر و منزلت کی نگاہوں سے دیکھا جانا چاہیے۔ ایک مسلمان کو خاص طور آدمیت کے احترام سے باخبر ہونا چاہیے اور اُس کے رویے اور طرزِ عمل سے کسی بھی انسان کے ساتھ امتیاز نہیں برتا جانا چاہیے‘‘۔

''یہ قوم جو لادین اور فرعونی نظام کی غلام بن چکی ہے۔ غیرت مند اولاد سے محروم ہوتی جاتی ہے۔ اس کے جسم میں روح قبر میں مردے کی طرح ہے۔ اس قوم کے پیرانِ کہن بڑے بڑے بزرگ، خاندانی لوگ، شرم وحیا کی قدروں سے بے گانہ ہو چکے ہیں۔ اس قوم کے نوجوان، عورتوں کی طرح اپنے جسموں کو سجانے اور نت نئے فیشن اپنانے میں مشغول ہیں۔ اُن کے دلوں میں بے ثبات آرزوئیں اور تمنائیں ہوتی ہیں۔ وہ اپنی ماؤں کے بطن سے مردہ حالت میں جنم لیتے ہیں۔ ایمان، یقین، حوصلہ، جوانمردی، ظلم واستبداد کے خلاف سینہ سپر ہونے کا شوق اور ولولہ مر چکا ہوتا ہے۔ اصل موت تو یہی ہے۔...... اس قوم کی بیٹیاں اپنی زلفوں کی اسیر ہوتی ہیں۔ ننگے سر گھومتی پھرتی ہیں، مغربی تہذیب کی نقال، اپنی حیا آفرین تہذیب سے نا آشنا بھی اور بے زار بھی ہیں۔ عریاں نگاہیں، خودنمائی اور خوردہ گیری، چھوٹی چھوٹی باتوں پر اُلجھنا اور بحثا بحثی کرنا اُن کا پیارا مشغلہ ہوتا ہے۔ (کلیاتِ اقبال فارسی - پس چہ باید کرد اے اقوام شرق حکمت فرعونی)

اس کے بعد حکومت الٰہیہ کے قیام کے بارے فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کی وحی اور دستور میں سب کا فائدہ پیش نظر رہتا ہے اور حق تعالیٰ کی نگاہ میں ہر انسان کی بہبود اور فائدہ رہتا ہے۔ فرنگی جمہوریت کے دستور پر افسوس کہ فرنگ کی بانگ صور سے مردہ زندہ ہونے کی بجائے اور زیادہ مردہ ہو جاتا ہے۔ فرنگی شعبدہ باز گردش کرنے والے آسمان کی طرح اپنی بساط پر قوموں کو بطور مہرے رکھے ہوئے ہیں۔ راز کی بات کو آشکار کر دینا چاہیے کہ ہم ان سوداگروں کے لیے مال و متاع کی حیثیت رکھتے ہیں۔ سونے چاندی کی محبت نے ان کی آنکھوں سے ممتا جیسی قیمتی چیز بھی چھین لی ہے اور مائیں اپنی اولاد کو بھی بوجھ سمجھنے لگی ہیں۔ اس قوم کی حالت پر بڑا افسوس ہے جس کے درخت اپنے پھلوں سے خوفزدہ ہوں۔ اس خوف سے اس کے مضراب سے نغمہ پیدا نہ ہو جائے، وہ اپنی اولاد کو پیدا ہونے سے قبل ہی ختم کر دیتے ہیں۔ اگرچہ مغرب میں بڑی رنگینی ہے مگر میں انہیں دیکھ کر صرف عبرت حاصل کرتا ہوں۔ اے وہ شخص جوان کی تقلید کا غلام بنا ہوا ہے ان کی غلامی سے آزاد ہو جاؤ اور قرآن کریم کے سائے میں آزادی کے صحیح مفہوم سے آشنا ہو کر بندہ حُر بن جاؤ۔ (جاوید نامہ۔ حکومتِ الٰہیہ)

علامہؒ فرماتے ہیں کہ اللہ کے مخلص اور پاکیزہ کردار بندے ہر دور میں برسرِ جدوجہد رہتے ہیں۔ جُوعُ الارض مٹانے کے لیے نہیں، بلکہ اپنے آقا کی مسجد پر کنٹرول حاصل کرنے کے لیے۔ تاکہ یہاں ظلم نہ ہو، ناانصافیاں نہ ہوں، زبردست کمزوروں کو زیرِ دست نہ بنائیں، شراب نہ ہو، سودخوری نہ ہو، قتلِ انسانیت نہ ہو، نسوانیت پامال نہ ہو، بدکاری سے زمین پاک ہو، مہلک ہتھیاروں سے انسانیت کو نجات ملے اور اللہ کا عادلانہ نظام قائم اور غالب ہو۔

اے مسلماں! تو ذوق وشوق اور درد وسوز سے خالی ہے۔ تم جانتے ہو کہ ہمارے زمانے نے ہمارے ساتھ کیا کیا؟ ہمارے زمانے دورِ حاضر نے ہم کو اپنے وجود سے بیگانہ بنا دیا ہے۔ نبی آخر الزماںؐ فداہ ابی وامی روحی وجسمی کے جمال، ان کے مشن، ان کے پیغام، ان کے اسوہ حسنہ، ان کی پاکیزہ زندگی، ان کی جدوجہد اور باطل قوتوں سے کشمکش اور معرکہ آرائی پھر غلبہء دین کا بے مثال دورِ سعادت، اس سب سے موجودہ زمانے کی فسوں کاری نے ہم کو بیگانہ بنا دیا ہے۔ جب ان کا دیا ہوا جذبہ، ولولہ، سوز اور دردِ دل، مسلمان کے دل سے دور ہو گیا جو آئینہ کا اصل اور جوہر ہے۔ اس سے وہ محروم ہو جاتا ہے یعنی ہمارے لیے تو رسولِ رحمتؐ کا لایا ہوا دین ہی ہماری زندگی اور تابندگی کا سرمایہ ہے۔ جب یہ ہمارے دلوں سے چھین لیا گیا تو ہمارے پاس کچھ بھی سامان زیست نہیں رہتا ہے۔ (کلیاتِ اقبال فارسی۔ پس چہ باید کرد اے اقوام شرق۔ فقر)

اقبالؒ کا نوجوان

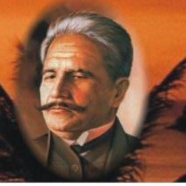

چون چراغ لالہ سوزم درخیابان شما
اے جوانان عجم جان من و جانِ شما
می رسد مردی کہ زنجیر غلامان بشکند
دیدہ ام از روزن دیوار زندانِ شما

(زبورعجم حصہّ دوم)

اے جوانان عجم میں تمہاری اوراپنی جان کوخیابان میں چراغ لالہ کی طرح جلا رہاہوں۔ میں نے تمہارے زنداں کی دیوار کے روزن سے دیکھ لیاہے کہ ایک مردآنے والا ہے جوغلامی کی زنجیریں توڑ ڈالے گا۔

اقبال نے نوجوانوں کہا تھا

''کہ دین ایک غیر محسوس حیاتیاتی عمل ہے جو بغیر کسی قسم کی شعوری کوششوں سے بھی پھیلتا جائے گا۔ اس کا تعلق انسانی زندگی سے ہے اہلِ مغرب کا یہ کلچر جن کا ہے زمانے کے تقاضوں کو ڈھالنے والا نہیں۔ زمانے کو اپنے مطابق ڈھالنے والا کلچر اسلام ہے جو چھا کر رہے گا۔ آنے والا زمانہ بالیقین اسلام کا زمانہ ہے''۔

زشام ما برون آور سحرا
زقرآن باز خوان اهل نظرا
نمے دانی کہ سوز قرأت تو
دگرگوں کرد تقدیر عمرا

اقبالؒ کے تین شین

شاہین   شمشیر   شمع

شاہین

اُردو کلام کے 35 سے زائید اشعار میں شاہین کا ذکر ہے

شکایت ہے مجھے یا رب! خداوندان مکتب سے
سبق شاہین بچوں کو دے رہے ہیں خاکبازی کا
نگاہ عشق دلِ زندہ کی تلاش میں ہے
شکارِ مردہ سزاوارِ شاہباز نہیں

شمشیر

اُس قوم کو شمشیر کی حاجت نہیں رہتی
ہو جس کے جوانوں کی خودی صورتِ فولاد

شمع

نیا جہاں کوئی اے شمع! ڈھونڈیے کہ یہاں
ستم کشِ تپشِ نا تمام کرتے ھیں!

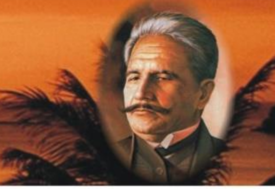

سخت کوشی، کش مکش

ہے شباب اپنے لہو کی آگ میں جلنے کا نام
سخت کوشی سے ہے تلخِ زندگانی انگبین

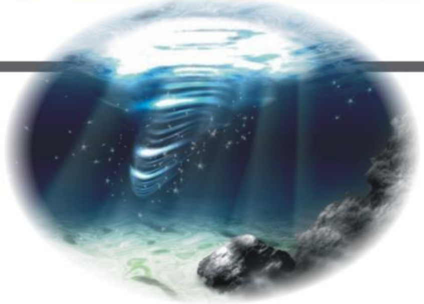

بحر

خدا تجھے کسی طوفان سے آشنا کردے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں

بال جبریل میں ساقی نامہ - ندی

وہ جوئے کہستان اچکتی ندی ہوئی
اٹکتی ، لچکتی ، سرکتی ہوئی
اُچھلتی ، پھسلتی ، سنبھلتی ہوئی
بڑے پیچ کھا کر نکلتی ہوئی
رکے جب تو سِل چیر دیتی ہے یہ
پہاڑوں کے دل چیر دیتی ہے یہ
ذرا دیکھ اسے ساقیِ لالہ فام
سناتی ہے یہ زندگی کا پیام

اُمید۔آفتاب۔ماھتاب۔چاند۔جگنو

بمنزل کوش مانند مہ نو
درایں نیلی فضاہردم فزوں شو
گرمی خواھی مقام در ایں دیر
بجق دل بند و راہِ مصطفیٰؐ رو

اقبالؒ کا نوجوان

ملے گا منزل مقصود کا اُسی کو سراغ
اندھیری شب میں ہے چیتے کی آنکھ جس کا چراغ!